# Rohtas Mahila College , Sasaram

**Dr Shahla Bano**

**Dept of Urdu**

**Course:-**BA part 2 (Hons) paper 3rd (2019-20)

**Topic :** - Ghayaas Ahmed Gaddi or Urdu Adab

Scanned with CamSca

غیاث احمد گدی کا شمار، افسانہ نگاری کی دنیا میں نہایت اہم اور معتبر افسانہ نگاروں کی صف میں ہوتا ہے۔ وہ قدیم افسانہ نگار ہوتے ہوئے بھی جدید افسانہ نگاروں کی صف میں شمار کئے جاتے ہیں۔

غیاث احمد گدی کے تین افسانوی مجموعے شائع ہو چکے ہیں:۔

(۱) ''بابا لوگ''(۱۹۶۹ء)

(۲) ''پرندہ پکڑنے والی گاڑی''(۱۹۷۷ء)

(۳) ''سارا دن دھوپ''(۱۹۸۵ء)۔

ان کے افسانوی مجموعے کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ غیاث احمد گدی نے ان افسانوں میں اپنے قیمتی مشاہدات، مطالعات اور تجربات کا اظہار کیا ہے۔ اُن کے افسانوں میں ماجرا سازی وقصہ خوانی کو نہایت خوش سلیقگی کے ساتھ برتا گیا ہے۔

افسانہ ''بابا لوگ'' میں ایک اینگلو انڈین خاندان کے علاوہ ایک ضعیف ہندوستانی ملازم کی محبت کا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ افسانہ ''بدصورت سیاہ صلیب'' میں فن کار نے ایک جاندار و لافانی کردار پیش کیا ہے جو اپنی مریضہ والدہ کے لئے اپنی گراں مایہ زندگی اور خوبصورت جوانی کو نثار کر دیتی ہے۔

افسانہ ''ڈورتھی جون سین'' میں غیاث احمد گدی نے ایک ایسی اینگلو انڈین بیوی کا حقیقی و کامیاب مرقع پیش کیا ہے۔ جو ایک ظالم معاشرے، ماحول اور غریب خاندان میں رہ کر ہر قسم کے مظالم

Scanned with CamSca

برداشت کرنے کے باوجود محبت، عزت اور آبرو کے لئے اپنی جان قربان کردیتی ہے۔

غیاث احمد گدی بحیثیت افسانہ نگار نہایت کامیاب اور قابل قدر فن کار ہیں۔

پروفیسر وہاب اشرفی نے غیاث احمد گدی کی افسانہ نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''غیاث احمد گدی نے الفاظ کی معنویت اور ان کے تخلیقی برتاؤ پر بڑا زور دیا ہے۔ دراصل ان کے ہاتھوں میں الفاظ گیلی مٹی ہیں جن سے وہ ہر طرح کا ہیولیٰ تیار کرنے میں فنکاری کا ثبوت دیتے ہیں۔ گویا ان کا رویہ شاعروں کا سا ہے۔ جو کہانیاں بہت آسان سیدھی سادی ہیں۔ ان میں بھی الفاظ نئی معنویت کے ساتھ برتے گئے ہیں''۔

غیاث احمد گدی کی افسانہ نگاری پر تنقید وتبصرہ سے قبل ہمیں خود افسانہ نگار کی زبانی، افسانے لکھنے کی روئداد سننا چاہیئے۔ ''میں اور میرے افسانے'' کے عنوان سے غیاث احمد گدی نے نظریہ فن کی وضاحت کردی ہے:

''میں نے کبھی نہیں سوچا کہ میں جو کچھ سوچتا ہوں اور لکھتا ہوں اس سے مجھے شہرت بھی نصیب ہوگی، بلکہ غیر شعوری طور پر میں نے اپنے سفا کانہ ماحول سے فرار کے لئے لکھنا شروع کیا تب وہ ساری نعمتیں جو مجھے میسر نہ تھیں اور جنہیں دوسروں کے پاس دیکھتا تھا اور حاصل نہیں کر پاتا تھا۔ وہ سب بہ انداز دیگر مجھے حاصل ہونے لگیں۔ پرفریب صورت حال کے اس مہربان رویئے نے مجھے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ مالا مال کیا اور احساس کمتری کی لعنت جس نے میرا جینا دوبھر کر رکھا تھا اُس سے قدرے نجات ملنے لگی''۔

غیاث احمد گدی کی افسانہ نگاری میں، انسانی معاشرہ کی جو تصویریں ملتی ہیں وہ اُن کے آس پاس کے افراد کی زندگی سے متعلق ہیں۔ انہوں نے انسانوں کے دکھ سکھ، ان کی آرزوئیں، زندہ رہنے کے لئے ان کی جدوجہد، ان کی کامیابیاں، ناکامیاں، سیاست اور معاشی الجھنیں یہ ساری چیزیں نہایت خوبی کے ساتھ بیان کی ہے۔

غیاث احمد گدی کے دوسرے افسانوی مجموعے میں کل سولہ (۱۶) افسانے شامل ہیں۔ جن کی فہرست مندجہ ذیل ہے:-

Scanned with CamSca

(۱) ڈوب جانے والا سورج　　(۲) اندھے پرندے کا سفر

(۳) پرکاشو (۴) کیمیا گر　　(۵) افعی

(۶) ہم دونوں کی بیچ　　(۷) کالے شاہ

(۸) پاگل خانہ　　(۹) تج دو تج دو

(۱۰) خانے اور تہہ خانے　　(۱۱) قیدی

(۱۲) ایک جھوٹی کہانی　　(۱۳) پرندہ پکڑنے والی گاڑی

(۱۴) دیمک　　(۱۵) نارد منی

(۱۶) ایک خون آشام صبح۔

افسانہ ''ڈوب جانے والا سورج'' نچلے طبقے کی زندگی اور اس کے افراد کا بہترین عکاس ہے۔ یہاں اس طبقے کے افراد کی مجبوری و بے بسی قابلِ رحم ہے۔ اس کہانی کا اہم کردار رفّو ہے جو نہ چاہتے ہوئے بھی رسّی پر چل کر مداری کا خطرناک کھیل دکھاتا ہے اور زندگی پر موت کو ترجیح دیتا ہے۔

دوسرا افسانہ ''اندھے پرندے کا سفر'' جسے ہم اندھی محبت کا اشاریہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس میں شانتا اور چمپا دونوں نسوانی کردار ہیں۔ مگر دونوں کے رویّے مختلف ہیں۔ اس افسانے میں عورتوں کی نفسیات کا بڑا گہرا مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کا ہیرو خودکشی کر کے محبت کو امر بنا دیتا ہے۔

تیسرا افسانہ ''پرکاشو'' ایک خوبصورت اور دلکش افسانہ ہے۔ جو بچپن کی شادی (بال بیاہ) اور ''ستی کے رواج'' کے خلاف بلند آہنگ احتجاج ہے۔

افسانہ ''کیمیا گر'' محض مرزا صاحب کی کہانی نہیں ہے بلکہ مرزا صاحب جیسے ہمارے معاشرے کے ہزاروں، لاکھوں افراد کی کہانی ہے جو تساہلی کا روگ پالے ہوئے ہیں اور یہ خواب دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی سونا بنانے کا نسخہ ہاتھ لگ جاتا تو وہ آناً فاناً لکھ پتی بن جاتے۔

افسانہ ''افعی'' بیانیہ طرز میں لکھا ہوا ایک المناک افسانہ ہے جس میں یادوں کی تکرار اور نسوانی الجھن اور تشنگی کے احساس کو بڑے حسین پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ بلاشبہ خواہش نفسانی اور جنس ایسی جبلّت انسانی ہے جس سے مجبور ہو کر بعض اوقات انسان ایسی مذموم حرکتیں کر بیٹھتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ آج ہمارے معاشرے میں جنسیات کا جو غلبہ ہے اور اس کے جو مضر اثرات [illegible] پر یہ افسانہ بھرپور طنز کرتا ہے۔

Scanned with CamSca

افسانہ ''ہم دونوں گے کے بیچ'' ایک فوٹو گرافر اور ایک رپورٹر کی زندگی پر محیط دلچسپ وتاثر انگیز افسانہ ہے۔ اس افسانے کے دونوں کردار ہمراہ رہتے تھے اور دونوں جنسی لحاظ سے ایک دوسرے کی ضد تھے۔ تاہم دونوں کے مابین جنسی تعلقات نہیں تھے۔ حالاں کہ معاشرے کے افراد، ان دونوں کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ افسانہ نگار نے آخر میں انتہائی معنی خیز جملہ لکھا ہے:

''کون کہہ سکتا ہے کہ مجھ میں اور وند نا سرکار میں کوئی رشتہ نہیں ہے''۔

یہ جملہ عصر حاضر کے افراد اور سماج پر طنز کی مہر ثبت کرتا ہے۔

الغرض افسانہ نگاری کے فن میں غیاث احمد گدی کا تجربہ نہایت ماہرانہ اور فنکارانہ ہے۔ جو ان کی سماج سے قربت اور مشاہدہ کی گہرائی وگیرائی کی نشاندہی کرتا ہے۔

جدید وقدیم رنگوں کا خوبصورت امتزاج، شاعرانہ زبان، جانے پہچانے استعارات وعلامات اور داستانی رنگوں کے علاوہ موضوع کے ساتھ فنکارانہ برتاؤ اُن کے افسانوں کی پہچان ہیں۔ ان کی کہانیاں آہستہ آہستہ آگے بڑھتی ہے اور جب رُکتی ہے تو صف بستہ خیالات کی ایک بھیڑ ہوتی ہے۔

غیاث احمد گدی کے تیسرے افسانوی مجموعے ''سارا دن دھوپ'' میں کل بارہ افسانے شامل ہیں۔ مثلاً ''طلوع''، ''کوئی روشنی''، ''صبح کا دامن''، ''دھوپ'' وغیرہ ان افسانوں میں شعور اور تحت الشعور دھوپ چھاؤں کی طرح جھلملاتے ہیں۔ عصری ماحول کے شعوری پس منظر میں یادوں کا استغراق ایک چونکا دینے والا اثر رکھتا ہے۔ اِن افسانوں میں فکر، احساس اور جذبے کے ساتھ خمیر ہوکر سامنے آتی ہے۔ جس میں تمثیل نگاری اور پیکر تراشی موجود ہے۔

غیاث احمد گدی اپنے اسلوب پر اس درجہ قادر ہیں کہ وہ نئی حسّیت کو بھی ابھارتے ہیں لیکن پرانے اسلوب میں داخل کر کے زبان کو تازگی بخشنے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔

غیاث احمد گدی اگرچہ غیر فنکارانہ خاندان اور ماحول میں پیدا ہوئے اور پرورش پائی۔ لیکن فطری طور پر وہ نہایت ذہین، اور تخلیق کار ثابت ہوئے۔ یہی سبب ہے کہ وہ اپنے ہمعصر ادیبوں میں کئی لحاظ سے ممتاز اور منفرد تھے۔

وہ اپنے افسانوں کو اصلی ہیئت میں جیوں کا تیوں ڈھال دیتے ہیں۔ جس طرح وہ خود ڈھلنا چاہتے ہیں۔ اُن افسانوں مین دلچسپی کے علاوہ بے حد اثر اور تاثر پایا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ اردو افسانہ نگاروں کی صف میں بالکل منفرد فنکار ثابت ہوئے ہیں۔

Scanned with CamSca